AN ANALYTICAL STUDY OF ISLAMIC FAMILY LAW IN THE CONTEXT OF PAKISTAN

پاکستان کے تناظر میں اسلام کے عائلی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

Salahuddin, Research Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.

ABSTRACT

The importance and supremacy of the family law of Islam in the context of the subcontinent has been clearly reviewed in the research and it has been analyzed that Islam is a comprehensive religion in terms of following its laws that covers every aspect of life ، and there is evidence in history that those Muslim rulers who enacted Islamic laws at the governmental level during their tenure and the Muslim subjects followed these sacred injunctions till the nineteenth and twentieth centuries and remedied these causes, due to which the family laws of the Muslims were changed and replaced with the non-Sharia provisions of the Western laws which affected the collective, political and social life of the Islamic world and especially the family laws in the subcontinent. The English formulated personal law, laws for Muslims and interpreted it as Muhammadan law. This "Muhammadan law" was a variant of Islamic law. Which had a profound effect on the family law and family affairs of the Muslims of subcontinent. Due to which the Muslims of the subcontinent demanded an independent Islamic state where they could amend these laws and follow the true teachings of Islam, but this research shows that the family laws of Pakistan are still in force. There are flaws and shortcomings, and in this regard the views and research of the vast majority of scholars who have proved that in an Islamic state, followers of every religion will have the freedom to practice their religion, including worship, marriage and divorce, death. Includes resurrection and other personal and family matters.

KEYWORDS: *Family Laws, Islamic and Pakistani family laws, subcontinent and British family law.*

پیش نظر تحقیق میں اسلام کے عائلی قانون کی اہمیت اور فوقیت کو برصغیر پاک وہند کے تناظر میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور تجزیہ کیا ہے کہ اسلام اپنے قوانین پر عمل کرنے کے لحاظ سے ایک جامع مذہب ہے جس نے زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کیا ہے ثبوت کے طور پر ان مسلمان حکمرانوں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے اپنے دوار میں حکومتی سطح پر اسلامی قوانین کا اجرا کیا اور مسلمان رعایا انیسویں اور بیسویں صدی تک ان مقدس احکامات پر عمل پیرا رہے اور ان اسباب کا تدارک کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے عائلی قوانین میں ردوبدل کرکے اسے مغربی قوانین کے دفعات سے بدل دیا گیا کیا جس کی وجہ سے عالم اسلام کے اجتماعی، سیاسی اور سماجی زندگی کافی متاثر ہوئی اور خاص کر برصغیر پاک وہند میں عائلی قوانین جس کی ابتدا ۱۸۶۰ء سے ہوئی، اورانگریزوں نے مسلمانوں کے لئے پرسنل لاز کے قوانین وضع کر اسے محمدن لاء سے تعبیر کیا۔ یہ "محمدن لاء" اسلامی قانون کی ایک محرف شکل تھی، جس نے پاک وہند کے مسلمانوں کے عائلی قوانین اور خاندانی معاملات پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ جس کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا جہاں وہ ان قوانین میں اصلاحات کرکے اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرسکیں، لیکن اس تحقیق میں علماء کرام کی آرا سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی پاکستان کے عائلی قوانین میں سقم اور نقائص ہیں، اور اس ضمن میں علماء کرام کی غالب

اکثریت کی آرا اور تحقیقات جنہوں نے یہ ثابت کیا ہے اسلامی ریاست میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہے، جن میں عبادت، نکاح و طلاق، موت و حیات اور دیگر شخصی اور عائلی امور شامل ہیں۔

اسلامی قانون کی اہمیت

حقوق کے ضمن میں اسلام نے ایک بلند معیار پیش کیا اور یہ کوئی معاہدہ نہ تھا کہ ان حقوق کو ساری قوموں سے منوایا جا سکے لیکن اسلام کے حلقہ میں داخل ہونے والا ہر فرد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کا پابند ہے۔ اس لئے وہ لازماً مانے گا۔(1) اسلام دہریت اور رہبانیت دونوں کے خلاف ہے اور عبادات، معاملات اور سیاسیات کا جامع ہے۔(2) اگر قدیم معاشروں کے پس منظر کو دیکھا جائے تو اسلام کا وہ کردار واضح ہو کر سامنے آتا ہے جہاں اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان تخلیقی امتیاز کو مٹایا اور انسان کو یہ بتایا کہ مرد اور عورت کی تخلیقی بنیاد ایک ہے۔ دونوں ایک ہی اصل سے آئے ہیں۔ اس لئے پیدائشی اور بنیادی اعتبار سے کسی کو فضیلت حاصل نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔(3) ترجمہ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص (آدم) سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی (حواء) پیدا کی اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ سے قطع تعلق کرنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

اس آیت میں بیک وقت تین چیزیں بیان کی گئی ہیں، جن کا معاشرتی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

یعنی پہلے اس چیز کو بیان کیا کہ مرد و عورت کا خدا ایک ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مرد کا خدا بڑا رحیم ہے اور عورت کا ظالم، دوسرا یہ بیان کیا گیا کہ نسل انسانی ایک ہے۔ اس لئے نسلی اعتبار سے مرد و عورت کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔ تیسرے مرحلے پر یہ بات بیان کی گئی کہ انسانی معاشروں میں عام طور پر تقسیم کچھ اس طرح ہوتی رہی ہے کہ حقوق مرد کے حصے میں آتے رہے اور فرائض کا بوجھ عورت کے کندھوں پر ڈالا جاتا رہا لیکن اس آیت نے حقوق و فرائض کی ذمہ داری دونوں پر برابر ڈالی ہے، جس کی تفصیل یہ کہ جس طرح مرد حقوق کا مالک بنتا ہے، اسی طرح اس کے فرائض بھی ہیں اور جس طرح عورت پر فرائض کا بوجھ ڈالا جاتا ہے، اسی طرح اس کے حقوق بھی ہیں۔(4) اس کے برعکس اسلامی قانون کا سرچشمہ چونکہ خاندانوں اور قبیلوں کی روایات اور اور ان کے رسوم و عادات نہیں ہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کی شریعت ہے اس وجہ سے وحدت و یکسانی اس کی اپنی فطرت ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے تمام نبیوں کو ایک ہی قانون عطا فرمایا، اس میں اگر کوئی فرق تھا تو وہ محض ظاہری فرق تھا۔ قرآن نے اسلامی قانون کی اس یکسانی کی تصریح سورہ شورہ کی آیت ۱۲ میں اس طرح فرمائی ہے۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔[5] ترجمہ اور تمہارے لئے بھی اسی دین کو مشروع کیا گیا ہے جس کی تعلیم نوح کو دی تھی۔ اور اے پیغمبر یہ دین بھی جس کی وحی ہم نے تمہاری طرف کی ہے وہی ہے۔ اور یہی دین ہے جس کی تعلیم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دی تھی کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔[6] اگر ایک قوم کی اخلاقی قوت وہ جوہری قوت رہے جو اس کی زندگی کی گاڑی کو چلاتی ہے۔ اس اعتبار

سے قانون کی حیثیت گیر (Gear)اور بریکوں(Brakes)کی ہے ،جن کے ذریعے اس کے پورے نظام اور کارکردگی کو کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ہماراپورانظام قانون تبدیلی چاہتاہے۔اسے اگر اسلامی مزاج اور قرآن اور حدیث کے احکامات سے ہم آہنگ نہ کرلیاجائے،تعمیر کاکام صحیح خطوط پر ٹھیک رفتار سے انجام نہ پاسکے گا۔[7] قانون کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ عقائد و نظریات رکھنے والی اقوام کے قانونی نظام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اور ہر قوم کا قانون اس کے افکار واحساسات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔قوم کے ماضی،حال اور مستقبل سے قوانین کا گہرا تعلق ہوتا ہے اور ہر قانون میں قوم کے اخلاقی،تہذیبی،معاشرتی اور سیاسی تصورات کا عکس موجود ہوتا ہے۔قومی مزاج کا اختلاف لازما قانون کے اختلاف کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔جاپان کا قانونی ضابطہ ہندوستان کے قانونی ضابطے سے اتناہی مختلف ہے جتنی کہ جاپانی قوم ہندی قوم سے اپنے معتقدات و نظریات میں مختلف ہے،روسی قوانین اور انگریزی قوانین کے درمیان اسی نسبت سے امتیاز موجود ہے جس نسبت سے امتیاز ان دونوں قوموں کے عقائدوافکار میں پایاجاتاہے۔اس لحاظ سے عام بول چال میں جب ہم کسی خاص مجموعہ قوانین کوایک خاص قوم کی طرف منسوب کرتے ہیں تو یہ نسبت محض ظاہری نام کی حد تک نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک حقیقی ربط و تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اپنے قوانین کی حفاظت و مدافعت کے لئے کمربستہ اور مستعد رہتی ہے اور اس کی توہین و تذلیل کو اپنی توہین و تذلیل خیال کرتی ہے۔اسی کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ ایک قوم کے مقننین اگر کسی دوسری قوم سے کوئی قانون مستعار لیتے بھی ہیں تو اسے جوں کاتوں اپنے قوانین میں داخل نہیں کردیتے بلکہ اس میں اصلاح وترمیم کرکے پھر اسے اپنے قانونی ڈھانچے میں شامل کرلیتے ہیں۔ہر قوم اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ کسی دوسری قوم کی غلامی اور چاکری قبول کرلینے کی بدترین شکل یہ ہے کہ اسکے قوانین کو لیکر بلاادنی تغیر اپنے ہاں رائج کردیاجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم نے اپنی انفرادیت کو خیرباد کہہ دیااور دوسری قوم کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔[8]

عائلی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

اسلام میں عبادات کے بعد سب سے اہم شعبہ عائلی قوانین کا ہے۔مسلمانوں کے عائلی قوانین ان کے دین کا ایک جزوہے اور یہ مسلمانوں کی شناخت کی ایک واضح علامت ہے۔[9] مناکحات،احوال شخصیہ یا فقہ الاسرۃ قرآن پاک کی کل آیات احکام(۲۵۰اور ۳۰۰کے درمیان ہیں)کا کم وبیش ایک تہائی یااس سے کچھ زائد صرف شخصی اور عائلی قوانین سے متعلق ہے کیونکہ خاندان اور نسل انسانی کا تحفظ اسلام کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک قرار دیاجاتا ہے۔[10]شریعت کا مقصد خلق خدا کے سلسلہ میں پانچ چیزوں یعنی دین،جان،عقل،نسل اور مال کی حفاظت کرنے والی ہو مصلحت شمار ہوگی اور ہر وہ چیز جو ان بنیادوں کے لیے خطرہ ہو مفسدہ شمار ہوگی جسے دور کرنا مصلحت قرار پائے گا۔(11)بنیادی طور پر اس دنیامیں انسان اپنی جان ،مال،اور آبرو کی حفاظت چاہتاہے قرآن پاک نے انہی کی حفاظت کے لیے حدود مقرر کی ہیں لیکن تجربے اور مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی آبرو پر مال اور جان بھی قربان کردیتاہے گویاعزت کی حفاظت صف اول میں شامل ہے۔[12] اوراللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے رسول محمد ﷺ کے ذریعہ جو قانون ہمیں عطافرمایاہے،اس کے مختلف شعبے ہیں،ان میں سے ایک شعبہ اس قانون کا ہے جو انسانی سماج اور معاشرہ سے متعلق ہے،جس پر خاندانی نظام کی بنیادواساس ہے،جو سماجی تعلقات کے اصول بتاتاہے،جس میں خاندان کے مختلف افراد کے حقوق اور

ان کی ذمہ داریوں کو متعین کیا گیا ہے، ان ہی قوانین کو آج عرب علماء: قوانین احوال شخصیہ: یا اردو میں: عائلی قوانین: اور انگریزی میں: پرسنل لا: یا: فیملی لا: (Family Law) کہتے ہیں۔[13] قرآن وسنت کی رو سے اسلام معروف مغربی مفہوم کے مطابق صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جو ساری انسانی زندگی کی صورت گری کرتا اور زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات بہم پہنچاتا ہے۔ قانونی میدان میں اسلام نے تفصیلی احکامات صرف ان شعبوں میں دیئے ہیں جو انتہائی بنیادی نوعیت کے ہیں اور جن کے بغیر سوسائٹی کی بنیادیں نفاست، پاکیزگی، اور عدل پر استوار نہیں کی جاسکتیں مثلاً اسلام نے انسانی جان کی حفاظت، اس کی نسل، مال، عقل اور اس کے دین کی حفاظت کے لئے بھاری سزائیں مقرر کی ہیں۔ یا پھر اسلام نے وہاں تفصیلی ہدایات دی ہیں جہاں اس نے محسوس کیا ہے کہ ایسی تفصیلات انسان اپنی محدود عقل اور تجربے کی بنیاد پر بہم نہیں پہنچا سکتا جیسے ذاتی زندگی کے مسائل نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ کے مسائل۔

ان دو طرح کے امور سے قطع نظر اسلام نے کسی شعبہ زندگی کے بارے میں مسلمانوں کو تفصیلی احکامات نہیں دیئے بلکہ صرف بنیادیں اصولوں کے دینے تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور مسلمانوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنی ضروریات کے مطابق تفصیلی قانون سازی کرتے رہیں۔[14] مولانا مودودی لکھتے ہیں: قانون ازدواج ایک ایسا قانون ہے جو قوانین تمدن میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ وسیع الاثر ہے۔ مسلمانوں کو عائلی معاملات میں اپنے دین سے ایک ایسا صالح، جامع اور مکمل قانون ملا جو دنیا کے قوانین ازدواج میں ہر حیثیت سے بہتر ہے۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: قرآن حکیم نے عموماً اصول قانون بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے مگر عائلی قانون میں صرف اصول نہیں بلکہ اکثر جزئیات کو بھی اتنے اہتمام سے بیان کیا جس کی نظیر کسی دوسرے شعبے میں نہیں ملتی اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جس جگہ، جب تک اسلامی قانون صحیح طور پر رائج رہا عورتوں پر شوہروں کے مظالموں کا راستہ نہ تھا۔[15]

عائلی قوانین ایک زندہ قانون ہے اس کا تعلق صرف ماضی سے ہی نہیں بلکہ پرسنل لا کسی قوم کی آخری متاع ہوتی ہے جس کے لٹ جانے کے بعد وہ قوم بالکل ہی بے مایہ ہو جاتی ہے۔ سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی اگر کسی قوم کا پرسنل لا (شخصی قانون) باقی ہے تو اس کا معنی یہ ہیں کہ اس کا تشخص ابھی باقی ہے اور جب تک تشخص باقی ہے تو گویا اس کی ہستی بھی قائم ہے۔ لیکن اگر یہ بھی باقی نہ رہا تو گویا اس کی ہستی ہی سرے سے ختم ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اپنے پرسنل لا کی حفاظت کے لئے اپنا آخری زور لگا دیتی ہے اور بسا اوقات اس کے لئے سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ اسی حقیقت کو پیش نظر کر مغرور سے مغرور فاتحوں اور مستبد سے مستبد حکمرانوں نے بھی اپنی رعایا کے پرسنل لا کا احترام کیا۔[16]

مسلمانوں کی تاریخ میں حکومتی سطح پر نفاذ قانون سازی کا مطالعہ

حکومتی یا سرکاری سطح پر اگر پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل مسلمانوں کی چودہ سو برس کی تاریخ کا مطالعہ ذاتی قوانین یا عائلی قوانین کا رواج اور باقاعدہ اہتمام وانتظام کے حوالے سے کیا جائے تو تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دفعہ اور تین حکمرانوں نے سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی قوانین کی تشکیل اور نفاذ کے احکامات صادر فرمائیں اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ ۱۶۳ھ میں ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالکؒ کو یہ ذمہ داری سونپی اور امام مالکؒ نے موطا امام مالک کے نام سے ایک مستند کتاب تحریر فرمائی، لیکن یاد رہے جب خلیفہ وقت نے تجویز پیش کی کہ آپ ایک ایسی

کتاب تالیف کریں کہ جس پر ہم لوگوں کو جمع کر دیں تو اس پر امام مالکؒ نے ابو جعفر کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے لئے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ آپ لوگوں کو ایسے شخص کے قول پر جمع کریں جو خطا بھی کرتا ہو اور درست رائے تک بھی پہنچتا ہو۔ حق تو آپ ﷺ کی ذات سے ہی جاری ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے اور ہر شہر کے لوگوں نے اپنے شہر کے مفتی صحابہ کے فتاوی وعلم پر اعتبار کیا، اس طرح ہر شہر کے لوگوں نے جو ان کے پاس علم پہنچا تھا اسکے مطابق ایک رائے قائم کرلی۔[17]

عام خیال یہ ہے کہ امام مالکؒ نے ابو جعفر منصور کی اسی خواہش کو سامنے رکھ کر موطا مرتب بھی کی لیکن وہ اس بات پر کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ اس کو تمام مسلمانوں کے لئے حکومت کے زور سے قانون کی حیثیت دے دی جائے۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی خواہش اپنے زمانہ میں ہارون الرشید نے بھی ان سے کی تھی لیکن اس کی خوہش بھی امام صاحب نے رد کر دی۔[18]

اس کے بعد اسلامی قانون کی تدوین کی ایک نمایاں کوشش گیارھویں صدی ہجری (سترہویں صدی عیسوی) میں مغل بادشاہ سلطان محمد اورنگزیب عالمگیرؒ نے فقہ حنفی کے مطابق اسلامی احکامات کے مفتی بہ اقوال کو جمع کرنے کا منصوبہ اور اس کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے آپ نے ہندوستان بھر کے چیدہ چیدہ آٹھ راسخ العماء پر مشتمل ایک مشاورتی بورڈ تشکیل دے دیا اور حضرت شیخ نظام الدینؒ کو اس کی صدارت سونپی۔[19]

اس کے بعد تدوین قانون کی سب سے زیادہ کامیاب کوشش وہ ہے جو دولت عثمانیہ کے زیر اہتمام تیرھویں صدی ہجری میں عمل میں آئی، حکومت نے ساتھ جید علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بٹھائی اور اس کے ذمہ یہ کام سپرد کیا کہ: فقہی معاملات پر مشتمل ایک ایسی ایک کتاب تالیف کی جائے جو ضابطہ کی صورت میں مرتب ہو، جس سے فائدہ اٹھانا نہایت آسان ہو، جو اختلافات سے پاک ہو، جو تمام مختار اقوال سے حاوی ہو اور جس کی مراجعت ہر شخص کے لئے آسان ہو، مذکورہ بالا مقصد سامنے رکھ کر اس کمیٹی نے اپنا کام شروع کیا، جو ۱۲۹۳ بمطابق ۱۸۷۶ میں تکمیل کو پہنچا اور مجلہ احکام عدلیہ کے نام سے سلطان کی جانب سے اس کے نفاذ کا اعلان ہوا۔[20]

پاکستان کے پس منظر میں عائلی حقوق کا مطالعہ

برطانیہ کے تسلط کے دوران انہوں نے یہاں کے عائلی قوانین میں تبدیلیاں کی۔[21] ہندوستان میں مغربی تسلط کا دور اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لئے تاریک ترین دور تھا۔ ایک طرف تو غیروں کے تسلط کی وجہ سے ان کے عائلی قوانین ٹھیک ٹھیک قرآنی ہدایات کے مطابق نہ رہے، دوسری طرف ہندوؤں کے شب وروز اختلاط نے ان کے معاشرے میں بے شمار ایسی رسمیں پیدا کر دیں جو نہ صرف اسلامی اصولوں کے بالکل خلاف تھیں بلکہ بڑی انسانیت سوز، انتہائی وحشیانہ اور سخت ظالمانہ تھیں، اس طرح اس قوم نے جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے ایک بڑا متوازن اور سو فیصد فطری نظام موجود تھا، غیروں کے طور طریقے اختیار کر کے اپنے آپ کو تباہ کن رسموں میں جکڑ لیا، حالات کی اس تبدیلی کا سب سے برا اثر بیچاری عورت پر پڑا اور اس تمام عرصہ میں یہ غریب ظلم وستم کے دہکتے الاؤ میں پڑی سسکتی رہی۔[22] پاکستان بننے کے بعد جو قانونی اور عدالتی ڈھانچہ ہمیں ورثے میں ملا وہ اکثر وبیشتر انگریز کے کامن لاء کی بنیاد پر ہی استوار تھا۔[23] اسلامی ممالک میں صرف پاکستان کی بنیاد اسلام کے نام پر رکھی گئی ہے اور اس کے بانیوں نے اس کو اسلامی طریق حیات کی ایک نئی تجربہ گاہ اور معمل قرار دیا تھا قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز کیا گیا

، مرحوم نواب زادہ لیاقت علی خان نے اسلامی قانون کی تشکیل جدید کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جس کے صدر مولانا سید سلیمان ندویؒ تھے اور جس کے ارکان میں ملک کے مشہور علماء وغیرہ تھے لیکن حکومتوں کی تبدیلیوں، پاکستان کے بڑھتے ہوئے تجدد ومغربیت کے رجحانات اور حکومت پاکستان کے غیر واضح اور مبہم مقاصد اور تذبذب کی وجہ سے یہ کام ادھورارہ گیا، ملک کے تمام قانون عدالت کو اسلامی بنانے کے بجائے وہاں اب مسلمہ مسلم پرسنل لا کے اندر تصرف وترمیم کا کام شروع ہو گیا۔[24] انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع میں صورت حال یہ تھی کہ ایک ایک کر کے دنیائے اسلام میں مغربی قوانین نافذ ہو رہے تھے۔ اسلامی قوانین ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ جو اکا دکا قوانین رہ گئے تھے وہ بھی تیزی سے ختم کئے جا رہے تھے۔ اسلامی تعلیم کے ادارے ایک ایک کر کے بند ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی معاملات سب کے سب مغربی قوانین کے تحت چل رہے تھے۔ عرب دنیا میں فرانسیسی قوانین کے مطابق، برصغیر میں انگریزی قوانین کے مطابق، وسط ایشیا میں روسی قوانین کے مطابق، انڈونیشیا میں ولندیزی قوانین کے مطابق اور جہاں جہاں جس مغربی طاقت کو قبضہ کا موقع ملا وہاں اس مغربی طاقت کے قوانین کے مطابق ملک کا نظام چل رہا تھا۔[25] برصغیر پاک وہند میں عائلی قوانین کی ابتدا ۱۸۶۰ء سے ہوتی ہے، جب انگریز حکومت نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے یہ قانون بنایا کہ پرسنل لاز کے معاملے میں دونوں اقوام کا فیصلہ الگ الگ قوانین کے تحت ہوا کرے گا۔ مسلمانوں کے لئے وضع کئے جانے والے قوانین کو محمدن لاء سے تعبیر کیا گیا۔ یہ "محمدن لاء" اسلامی قانون کی ایک محرف شکل تھی۔[26] دوسو سال کی طویل جدوجہد اور جان ومال کی بیش بہا قربانیوں کے بعد مسلمانوں نے اپنے لئے ایک آزاد اسلامی مملکت حاصل کیا، جن امنگوں اور ولولوں سے ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا ان کا تقاضہ یہ تھا کہ یہاں پہنچ کر ہم زندگی کے ہر شعبے میں ان آلائشوں سے اپنے دامن جھاڑ لیں جو غیروں کے ساتھ میل جول کے سبب ہم پر مسلط ہو گئی تھیں اور اسی ضمن مین ان تمام گندگیوں سے بھی اپنے آپ کو پاک کر لیں جو ہماری عائلی زندگی میں بری طرح گھس آئی تھیں اور پھر از سر نو اپنی زندگیوں کو اسلامی نظام حیات کے اس دلکش سانچے میں ڈھالیں جو ہمیشہ ہماری کامیابی اور کامرانی کا ضامن رہا ہے۔[27]

پاکستان میں خلاف شریعت قانون سازی کا تنقیدی جائزہ

پاکستانی آئین کی دفعہ ۲۲۷ کے مطابق موجودہ تمام قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنایا جائے گا۔ اور آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو۔[28] اور آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۳۰ کی رو سے یہ ذمہ داری اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کو سونپی گئی ہے کہ وہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو ایسی سفارشات بھیجے جن سے پاکستانی مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب ملے جن کا قرآن وسنت میں تعین کیا گیا ہے۔[29]

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے زمانے میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس جار کیا گیا۔ یہ اپنی نوعیت کی ایک عجب وغریب دستاویز ہے۔ نہ یہ اسلام کے شخصی قوانین کی تدوین کی ذمہ داری انجام دیتی ہے اور نہ اس معاملے کو غیر مدون چھوڑتی ہے، یہ ایک نامکمل، ناقص اور جزوی قانون ہے جس میں چند ایسے جزوی مسائل پر ایک خاص پوزیشن اختیار کر لی گئی جن کے بارے میں ملک کے اہل علم میں ایک طویل عرصے سے اختلاف چلا آ رہا تھا۔ چنانچہ تعدد ازواج پر بعض شرائط، یتیم پوتے کی وراثت، نکاح کی رجسٹریشن اور طلاق کو باقاعدہ بنانے والے بعض احکام، ان چار مسئل کے علاوہ بقیہ پورا احوال

شخصیہ کا قانون، وراثت، وصیت اور حضانت کے تمام معاملات غیر مدون چھوڑ دیئے گئے۔ایک طالب علم کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اگر فقہ اسلامی کو احوال شخصیہ کی حد تک غیر مدون قرار دینا مقصود تھا تو ان چار معاملات کے بارے میں تدوین کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی اور اگر یہ محسوس کیا گیا کہ فقہ اسلامی کی تدوین ناگزیر ہے تو پھر بقیہ معاملات تدوین کے بغیر کیوں چھوڑ دیئے گئے۔یہ ایک ایسی ثنویت کو جنم دینے والی صورت حال ہے جس سے کئی انتظامی اور عدالتی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔اس کے باوجود یہ شریعت کی ضابطہ بندی اور تدوین کی ایک مثال ہے جو پاکستان کی تاریخ میں ایک اہمیت رکھتی ہے۔اس دستاویز نے برصغیر میں شریعت کے فہم اور نفاذ کے عمل میں کئی اعتبار سے اثر ڈالا ہے۔(30) 1961ء میں عائلی قوانین سے متعلق اسلامی احکام کو تحریری طور پر مدون کئے بغیر براہ راست شرعی قوانین نافذ کر دیئے گئے۔(31) متنازعہ مسلم عائلی قوانین کو ختم کیا جائے: مولانا غلام غوث ہزاری نے تحریک پیش کی: کہ جدول اول کے حصہ سوئم میں سے مد تین کو حذف کیا جائے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ مد مسلم عائلی قوانین نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء ہیں، اس بارے میں تمام مکاتب فکر کے علما کا اتفاق ہے کہ یہ قوانین متنازعہ ہیں اور قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔انہوں نے کہا کہ ایوب خان کے دور میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے بھی ان قوانین پر بحث کی تھی اور انہیں منسوخ کرنے کی سفارش کی تھی، موجودہ حکومت ایک عوامی حکومت ہے اور عوام کی نمائندہ ہے، لہٰذا ان قوانین کا نافذ رہنا اور قائم رہنا عوامی حکومت پر سوالیہ نشان ہے کہ اس نے اس کو ابھی تک منسوخ نہیں کیا، لہٰذا فوراً ان قوانین کو حذف کر دیا جائے ۔(32)

مولانا شاہ احمد نورانی نے ۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا عائلی قوانین جو صدر ایوب کے دور میں نافذ کیے گئے ان کے غیر اسلامی ہونے کے حوالے سے علماء کا اتفاق ہے، اس لئے متفقہ جمہوری حکومت کے دور میں ان عائلی قوانین کو برقرار رکھنا نہایت حیرت انگیز ہے۔(33)

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے حقوق کی تحقیق

شخصی معاملات کے نفاذ کے بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:۔ اقلیتی مکاتب فکر کے چار امور کو پوری طرح تسلیم کیا جائے گا، جن میں ان کے شخصی معاملات پر ان کی اپنی فقہ نافذ ہو گی، ملکی قانون کے اندر وہ اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرنے اور عمل کرنے میں آزاد ہوں گے، ان کے بچوں کو اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے اور ملکی قانون کے تابع وہ اپنے نظریات کی تبلیغ وتشہیر کر سکیں گے۔

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں چونکہ فقہ حنفی کے پیروکاروں کی پاکستان میں اکثریت ہے تو عام ملکی قانون تو اسی فقہ کے مطابق بنایا جائے گا، دیگر فرقوں کے شخصی قوانین ان کی اپنی فقہ کے مطابق بنائے جائیں گے۔

اسلامی ریاست میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہو گی، جن میں عبادت، نکاح وطلاق، موت وحیات اور دیگر شخصی اور عائلی امور شامل ہیں۔ان کے ان مور میں ریاست کی مداخلت نہ ہو گی، ان کی الگ عدالتیں بھی قائم کی جا سکتی ہیں۔ہاں اگر وہ کسی معاملے میں اسلامی عدالت کی طرف رجوع کریں تو وہ ان کے قانون کے تحت نہیں بلکہ اپنے قانون کے تحت فیصلہ کرے گی۔(34)

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:۔عہد حاضر کے اسلامی ریاست یا نظام خلافت: نیم سیکولر: ہو گا، یعنی جس طرح سیکولر نظام میں کم از کم نظری طور پر تمام مذاہب وادیان کے شہریوں کو شخصی معاملے کی حیثیت سے برابر تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کے ضمن میں ہر شخص کو مکمل آزادی دی جاتی ہے، اسی طرح جدید اسلامی ریاست یا نظام خلافت میں پورے پرسنل لا اور احوال شخصی (بشمول عائلی قوانین) میں جملہ فقہی مسالک برابر تسلیم کیے جائیں گے اور تمام شہریوں کو مکمل آزادی حاصل ہو گی کہ عقیدہ وعبادات، پیدائش، شادی بیاہ اور تجہیز و تکفین کی جملہ رسومات و تقریبات حتی کے عائلی قوانین اور احکام میراث میں اپنے اپنے مسلک کے مطابق عمل کریں (اور جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے یہ آزادی غیر مسلموں کو بھی بہ تمام و کمال حاصل ہو گی) اس ضمن میں مشکل صرف عائلی قوانین کے ضمن پیش آسکتی ہے، یعنی ہو سکتا ہے کہ لڑکا کسی ایک مسلک سے تعلق رکھتا ہو اور لڑکی کسی دوسرے فقہ کی پیرو ہو، اس صورت میں سادہ اور آسان حل یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر طے کر لیا جائے کہ اس شادی سے متعلق جملہ معاملات کس فقہ کے تحت طے ہوں گے ، گویا دونوں میں سے کسی ایک کو ،صرف عائلی قانین کی حد تک دوسرے کے مسلک کو قبول کرنا ہو گا۔[35] سینٹ میں مولانا قاضی عبد الطیف اور مولانا سمیع الحق کا پیش کر دہ شریعت بل اس بل کی کئی پہلو ہیں مگر یہاں صرف عائلی قوانین سے متعلق سفارشات کی نشاندہی مطلوب ہے۔

اس کے ابتدائیہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ i:۔ یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہو گا البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ii:۔ مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک مطابق طے کیے جائیں گے ۔iii:۔ غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہو گی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہو گا۔[36]

مسلم اور غیر مسلم سماج میں بگاڑ کے اسباب اور مسائل کا حل

مغربی سماج میں اگر بگاڑ ہے تو مسلمانوں کے موجودہ سماج میں بھی بگاڑ ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم غلط کسے کہیں اور صحیح کسے جانیں۔ یہ دونوں بگاڑ کے اعتبار سے تو برابر ہیں لیکن بگاڑ کے حل کے اعتبار سے نہیں۔ مسلم سماج کا بگاڑ اسلام سے انحراف کا نتیجہ ہے، جبکہ مغربی سماج کا بگاڑ عین مغربی اصولوں پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کے درمیان جو بگاڑ ہے وہ اصول اور عمل کے درمیان فرق ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، جبکہ مغربی سماج کا بگاڑ اصول اور حقیقت کے درمیان ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ مغربی تہذیب نے معاشرتی زندگی کے بارے میں مذہبی اصولوں کے بالمقابل کچھ دوسرے اصول وضع کیے اور قدیم کے مقابلے میں جدید اصولوں کی معقولیت کا دعوی کیا اس کے بعد اگرچہ انہیں مادی غلبہ تو مل گیا لیکن ان کا معاشرتی بگاڑ، ان کا آزادانہ جنسی انتشار، مذہب مقابل اصولوں کی بنا پر ہے۔ مسلمان تب ہدایت پائیں گے جب اسلام کی طرف آئیں گے۔ مغرب بھی تب ہدایت پائے گا جب اصولوں کے اصل مرجع اسلام کی طرف لوٹے گا۔[37]

اسلامی قوانین کے نفاذ کا طریقہ کار

اسلامی قوانین کے دو بنیادی طریقے معروف ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ بلا تدوینِ قانونِ اسلامی، ریاست یہ اعلان کر دے کہ فلاں تاریخ سے شریعت کا نفاذ ہو گا اور عدالتیں مقدمات کے فیصلے شریعت یعنی قرآن و سنت کے مطابق کریں گی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کو مدون کر کے عدالتوں کو اس کا پابند بنایا جائے کہ وہ مقدمات کے فیصلے ان مدون شدہ قوانین کے مطابق کریں۔

اول الذکر طریقہ عالم اسلام میں صدیوں سے رائج رہا۔ اور اس وقت سعودی عرب میں یہی طریقہ رائج ہے۔ اسی طرح پاکستان میں شخصی قوانین کے اکثر فیصلے اسی طریقہ پر ہوتے ہیں۔[38] اس وقت امت مسلمہ میں یہ رجحان ہے کہ ایمانیات اور عبادات کے ابواب میں علماء بالعموم اپنی اپنی فقہ کی پیروی کرتے ہیں۔ جبکہ معاملات اور شخصی قوانین میں یہ روش چل پڑی ہے کہ جدید مسائل کو تمام فقہی کلیات کی روشنی میں حل کیا جائے بالخصوص حکومتی سطحوں پر اسلام کے لئے کی جانے والی قانون سازی میں تمام فقہی اقوال کا رنگ دیکھا جا سکتا ہے۔[39]

حوالہ جات

---

[1]۔ علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، سن اشاعت ۲۰۰۹ لاہور، ص ۶۲۸۔

[2]۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن فرید بک سٹال لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۵، ج ۲، ص ۹۷۔

[3]۔ النساء: ۴ آیت: ۱۔

[4]۔ منہاس، حبیب احمد، اسلام اور مغرب کا تصور انسانی حقوق کا تحقیقی اور تقابلی جائزہ، شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، سن اشاعت 2008، ص 287۔

[5]۔ سورۃ الشوریٰ: ۴۲ آیت: ۱۳۔

[6]۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، جمان القرآن لاہور، سن اشاعت ستمبر ۱۹۵۶، جلد ۴۶، ص ۱۸۔

[7]۔ احمد، پروفیسر خورشید، اسلامی تحریک درپیش چیلینجز، شرکت پرنٹنگ لاہور، سن اشاعت ۱۹۹۵، ص ۱۹۵۔

[8]۔ غلام علی، اسلام کا نظام قانون، ص ۴۴۔

[9]۔ احمد، شبیر، حافظ عبد الباسط خان، الاضواء، تونس کے عائلی قوانین، شیخ زید مرکز اسلامی، جامعہ پنجاب، ص 83۔

[10]۔ غازی، محمود احمد، اسلام کا قانون بین الممالک، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، سن اشاعت، ص 42۔

[11]۔ صدیقی، نجات اللہ، المستصفی فی اصول الفقہ، بحوالہ مقاصد شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد سن اشاعت، 2009 ص 15۔

[12]۔ صدیقی، ڈاکٹر محمد نعیم، اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی تصورات، مکتبہ دانیال لاہور، سن اشاعت 2017، ص 423۔

[13]۔ فیروز، محمد رشید، اسلامی دنیا میں عائلی قوانین کی اصلاح، فکر و نظر، سن اشاعت ۱۹۶۳، جلد ۱، ص ۶۶۔

[14]۔ محمد، ڈاکٹر امین، عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون، 1989 لاہور، ص 243۔

[15]۔ شاہدہ پروین، عصری مسائل اور اسلامی تعلیمات، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۸، ص ۵۔

[16]۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، جمان القرآن لاہور، سن اشاعت ستمبر ۱۹۵۶، جلد ۴۶، ص ۲۲۔

[17]۔ محمد، ڈاکٹر حافظ حسین، ڈاکٹر حافظ حسین اظہر، اجتماعی اجتہاد اور قانون سازی، القلم، القلم اپریل 2018، ص 177۔

[18]۔ اصلاحی، مولانا امین احسن, عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، جمان القرآن لاہور، سن اشاعت ستمبر ۱۹۵۶، جلد ۴۶، ص۷۵۔

[19]۔ محمد، ڈاکٹر حافظ حسین، ڈاکٹر حافظ حسین اظہر، اجتماعی اجتہاد اور قانون سازی، القلم، القلم اپریل 2018، ص۱۷۹۔

[20]۔ اصلاحی، مولانا امین احسن, عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، جمان القرآن لاہور، سن اشاعت ستمبر ۱۹۵۶، جلد ۴۶، ص۷۶۔

[21]۔ احمد، شبیر، حافظ عبد الباسط خان، الاضواء، تونس کے عائلی قوانین، شیخ زید مرکز اسلامی، جامعہ پنجاب، ص ۸۴۔

[22]۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارے عائلی مسائل، دارالاشاعت، کراچی، ۱۴۱۳، ص۱۰۔

[23]۔ محمد، ڈاکٹر امین،، عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون، سن اشاعت 1989ء لاہور، ص ۲4۴۔

[24]۔ راشدی، زاہد، اسلام اور انسانی حقوق اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے تناظر میں، الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ، سن اشاعت ۲۰۱۱، ص ۴۲۔

[25]۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات فقہ، سن اشاعت 2005 لاہور، ص523۔

[26]۔ قاری محمد، پروفیسر ڈاکٹر طاہر، عائلی قوانین اور پاکستانی سیاست، جنگ پبلیشرز لاہور، سن اشاعت ۱۹۹۹، ص۳۹۔

[27]۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمارے عائلی مسائل، سن اشاعت ۱۴۱۳ کراچی، ص۱۱۔

[28]۔ خان، عبدالرحمٰن، پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی میں مشترکہ فقہی مسائل کی قانون سازی مشکلات اور ان کا حل، ۲۰۱۶ ص۱۴۱۔

[29]۔ رضیہ شبانہ، پرفیسیر ڈاکٹر نورالدین جامی، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا ایک تجزیہ، Pakistan Journal of Islamic Research، ۲۰۰۹، جلد ۳، ص ۳۔

[30]۔ ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد،، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، سن اشاعت 2012، جلد دوم، ص168۔

[31]۔ ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد،، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، سن اشاعت 2012، جلد دوم، ص ۲۰۷۔

[32]۔ خان، عبدالرحمٰن، پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی میں مشترکہ فقہی مسائل کی قانون سازی مشکلات اور ان کا حل، ۲۰۱۶ ص۱۱۷۔

[33]۔ خان، عبدالرحمٰن، پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی میں مشترکہ فقہی مسائل کی قانون سازی مشکلات اور ان کا حل، ۲۰۱۶ ص ۸۳۔

[34]۔ عمری، سید جلال الدین، اسلام انسانی حقوق کا پاسبان، نئی دہلی انڈیا، سن اشاعت 2008، ص163۔

[35]۔ خان، عبدالرحمٰن، پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی میں مشترکہ فقہی مسائل کی قانون سازی مشکلات اور ان کا حل، ۲۰۱۶ ص ۲۰۷۔

[36]۔ محمد، ڈاکٹر امین،، عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون، سن طباعت ۱۹۸۹ء لاہور بحوالہ پی سی پی پی آئی ۴۳۴ (۸۵) سینٹ/۳۰۰، ص۱۵۱۔

[37]۔ مدنی, حافظہ عائشہ، بیسویں صدی میں حقوق نسواں کی تعبیر نو، حقوق نسواں کی تحاریک کے افکار شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ، ص424۔

[38]۔ خان، عبدالرحمٰن، پاکستان میں متفرق فقہی مذاہب کی موجودگی میں مشترکہ فقہی مسائل کی قانون سازی مشکلات اور ان کا حل، ۲۰۱۶ ص ۲۰۱۔

[39]۔ ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد،، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، سن اشاعت 2012، جلد دوم، ص ۲۰۷۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.